بسم اللہ الرحمن الرحیم

عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۵

الفضل

خطبہ نمبر ۶

قادیان

یوم پنجشنبہ

جلد ۳۳ | ۸ ماہ تبلیغ ۱۳۲۴ ہش | ۲۴ صفر ۱۳۶۴ھ | ۸ فروری ۱۹۴۵ء | نمبر ۳۴

مدینۃ المسیح

قادیان ۷ ماہ تبلیغ۔ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے متعلق آج ۸ بجے شب کی ڈاکٹری اطلاع مظہر ہے۔ کہ حضور کی طبیعت بوجہ قبض اور بجیش ناساز ہے۔ آنکھوں میں روہوں کی بھی تکلیف ہے۔ احباب حضور کی صحت کے لئے دعا فرمائیں۔ آج بھی حضور نے درس قرآن دیا۔

حضرت ام المومنین مدظلہا العالی کی طبیعت بخار سر درد اور ضعف کی وجہ سے زیادہ ناساز ہے۔ احباب حضرت ممدوحہ کی صحت کے لئے دعا فرمائیں۔

سیدہ ام مظفر احمد صاحبہ بیگم حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی طبیعت آج خدا تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہے۔

خاندان حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے خیر و عافیت ہے۔

خطبہ جمعہ

ستیارتھ پرکاش کا جواب۔ آخری پارہ کی تفسیر

اور تحریک جدید کے متعلق ضروری ارشادات

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۲ ماہ تبلیغ ۱۳۲۴ ہش مطابق ۲ فروری ۱۹۴۵ء

مرتبہ:۔ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب یالگیری مولوی فاضل

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

میں نے جلسہ سالانہ پر آج سے ایک مہینہ پہلے اس سال کے متعلق بعض کاموں کا اعلان کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس وقت تک وہ کام اپنے پروگرام کے مطابق ہو رہے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے چاہا تو پروگرام کے مطابق وہ ہو جائینگے۔ ایک تو میں نے

ستیارتھ پرکاش کا جواب

شائع کرنے کا اعلان کیا تھا۔ چنانچہ اس کا جواب قریباً سات آٹھ بابوں کا ہو چکا ہے۔ اور بقیہ تیار ہو رہا ہے۔ جو نوجوان اس کام کو کر رہے ہیں۔ مجھے خوشی ہے کہ وہ محنت کے ساتھ کر رہے ہیں۔ اور مجھے اس بات کی بھی خوشی ہے۔ کہ ہماری جماعت میں ایسے نوجوان پیدا ہو رہے ہیں۔ جو ہندو لٹریچر کو اس کی اپنی زبان میں پڑھ کر غور کر سکتے ہیں۔ اس کام کے لئے میں نے

مولوی ناصر الدین صاحب عبد اللہ اور مہاشہ محمد عمر صاحب اور مہاشہ فضل حسین صاحب کو مقرر کیا ہوا ہے۔ اور یہ تینوں بہت جانفشانی سے اس کام میں لگے ہوئے ہیں۔ اور میں سر دست ایڈیٹنگ کرتا ہوں۔ وہ نوٹ لکھ کر مجھے دے دیتے ہیں۔ اور میں جرح کر کے واپس بھیج دیتا ہوں۔ پھر وہ اصل مضمون لکھ کر بھیج دیتے ہیں۔ اور میں اسے دیکھ لیتا ہوں۔ اس میں میرا اپنا کام صرف اتنا ہی ہے۔ کہ جو دلائل کمزور ہوں۔ ان کی طرف انہیں توجہ دلا دیتا ہوں۔ کہ یہ یہ دلائل کمزور ہیں۔ یا تمہارا یہ اعتراض ان معنوں پر پڑتا ہے۔ اور ان معنوں پر نہیں پڑتا۔ یا یہ کہ بعض دفعہ ان کی عبارتوں میں جوش ہوتا ہے۔ کیونکہ ستیارتھ پرکاش میں سخت سخت حملے کئے گئے ہیں۔ اس لئے اس کا جواب دیتے وقت جذبات کو روکنا

مشکل ہوتا ہے۔ اس لئے میں اس بات کی بھی نگرانی کرتا ہوں۔ کہ ایسے

سخت الفاظ استعمال نہ کئے جائیں

جن سے کسی کی دلشکنی ہو۔ یا اس بات کو بھی میں مدنظر رکھتا ہوں۔ کہ یہ کتاب آریہ سماج کی ہے۔ لیکن ہمارے نوجوان بعض دفعہ ناتجربہ کاری کی وجہ سے اس بات کو بھول کر کہ ہمارے مخاطب تمام ہندو نہیں بلکہ صرف آریہ سماجی ہیں۔ مضمون زیر بحث میں سناتن دھرم کی بعض باتوں کی بھی تردید شروع کر دیتے ہیں۔ تو میں اس بات میں بھی ان کی نگرانی کرتا ہوں۔ کہ وہ صرف آریہ سماج کو ہی مخاطب کریں۔ اور ایسی باتوں کا ذکر نہ کریں۔ جو براہ راست ویدوں یا سناتن دھرم کے لٹریچر کے متعلق ہوں۔ جس حد تک میرے پاس مضمون آچکا ہو۔ اور غالباً اکثر آچکا ہے۔ اس کو دیکھ کر میں نے اندازہ لگایا ہے۔ کہ بہت

محنت اور جانفشانی

سے لکھا گیا ہے۔ انشاء اللہ جب یہ جواب شائع ہو گا۔ تو اس سے دو فائدے ہونگے ایک تو آریہ سماج کا پرانا قرضہ جو ہمارے ذمہ تھا وہ اتر جائیگا۔ اور دوسرا فائدہ یہ ہو گا۔ کہ اس قسم کی اہم کتاب کا جواب دینے کی آریہ سماج ضرور کوشش کریگی۔ اور جب اس کی طرف سے اس کا جواب دیا جائے گا تو ہمیں پتہ لگ جائیگا۔ کہ ہمارے نوجوانوں کی ہندی جاننے کی ذاتی قابلیت کہاں تک ہے۔ اس وقت ہم پورے طور پر فیصلہ نہیں کر سکتے۔ کہ ہمارے نوجوان کس حد تک ہندی

یا سنسکرت جانتے ہیں۔ لیکن جب آریہ سماج کی طرف سے اس کا جواب دیا جائیگا۔ کہ تمہارا فلاں ترجمہ غلط ہے فلاں معنے لغت کے خلاف ہیں۔ تو پھر ہم کو بھی صحیح طور پر موازنہ کرنے کا موقعہ مل جائیگا۔ اور ہمیں آئندہ

سنسکرت کے علماء

پیدا کرنے میں مدد ملیگی۔ دراصل ہندو علم اتنا عمیق ہے۔ اور ہمیں اسکے متعلق اتنی ناواقفیت ہے۔ کہ ہم پورے طور پر ہندو مذہب کے عالم بھی پیدا کرنے کے قابل نہیں۔ بعض علوم ایسے ہیں جن کا اندازہ ہم کر سکتے ہیں۔ کیونکہ ان کے جاننے والے ہمیں کثرت سے ملتے ہیں۔ مگر

ویدوں کا علم

اس قسم کا ہے۔ کہ خود ہندوؤں میں بھی اس علم کو جاننے والے بہت کم ہیں بلکہ بعض لوگوں کا تو خیال ہے۔ کہ سارے ہندوستان میں کل تین آدمی ویدوں کا علم جاننے والے ہیں۔ تو جہاں سارے ہندوستان میں ویدوں کے جاننے والے کل تین آدمی ہوں۔ وہاں ہمیں کہاں توفیق مل سکتی ہے۔ کہ ہم یہ پتہ لگائیں۔ کہ ہمارے نوجوان اس علم کو جان گئے ہیں یا نہیں۔ میں سمجھتا ہوں۔ ایسے مقابلہ میں آکر ہمیں صحیح طور پر پتہ لگ جائیگا۔ کہ ہمارے نوجوانوں کے علم میں خامیاں ہیں یا نہیں۔ اگر خامیاں ہونگی۔ تو ہم سوچ سکیں گے۔ کہ کس رنگ میں ان کی اصلاح ہو سکتی ہے۔ اور اگر خامیاں نہیں ہونگی۔ تو پھر اس طریق پر ہندو مذہب کے نئے علماء پیدا کرنے میں ہمیں سہولت ہوگی۔ اس وقت تک ہماری یہ کمزوری ہے کہ ہم ہندوؤں اور سکھوں کو صرف اردو میں ہی تبلیغ کرتے ہیں

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہندوؤں اور سکھوں میں بھی اردو جاننے والے موجود ہیں۔ مگر اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ خواہ وہ اردو جانتے ہوں۔ مگر وہ مانوس

ہندی اور گورمکھی

سے ہیں۔ اور یہ قدرتی بات ہے۔ کہ جس زبان سے انسان مانوس ہو اس کی طبیعت پر زیادہ اثر اسی زبان میں ہی تبلیغ کرنے سے ہو سکتا ہے۔ مثلاً اردو کو ہی لے لو۔ اردو میں بعض چیزوں کے دو دو لفظ ہوتے ہیں۔ ایک لفظ عربی یا فارسی کا ہوتا ہے۔ اور دوسرا لفظ ہندی بھاشا کا ہوتا ہے۔ اگر کوئی مقرر کھڑا ہو۔ اپنی تقریر میں چن چن کر ہندی یا بھاشا کے الفاظ استعمال کرنے شروع کر دے تو ہماری مجلس اسبات کو عجیب سا سمجھے گی اور اس کی باتوں سے اتنا متاثر نہیں ہو گی جتنا کہ عام اردو زبان سے متاثر ہو سکتی ہے۔ مثلاً ایک لفظ ہے ابر آیا۔ برکھا آئی۔ ایک لفظ فارسی ہے اور ایک ہندی گو دونوں لفظ ہم سمجھتے ہیں۔ مگر ایک مقرر اگر کھڑا ہو کر چن چن کر ایسے ہندی الفاظ استعمال کرنا شروع کر دے تو گو وہ بولے اور سمجھے بھی جاتے ہونگے۔ مگر جب وہ ان الفاظ کو جمع کر کے لے آئیگا تو گو ان کا سمجھنا تو مشکل نہیں ہو گا۔ مگر وہ الفاظ ہمارے اندر وہ کیفیت جذب پیدا نہیں کر سکینگے۔ جو کیفیت عام اردو الفاظ سے ہمارے اندر پیدا ہو سکتی ہے۔ ہم صرف اسی خیال میں رہینگے۔ کہ کیسے کیسے انوکھے الفاظ استعمال کر رہا ہے۔ اسی طرح ایک ہندو یا ایک سکھ گو اردو سمجھتا ہے۔ بالعموم شہری طبقہ۔ مگر دیہات کا بھاری طبقہ ایسا ہے۔ جن کی اردو واجبی قسم کی ہوتی ہے۔ چنانچہ میں نے دیکھا ہے۔ کہ کئی دفعہ ایسے لوگوں سے بات کرتے وقت ان کو ٹوک ٹوک کر پوچھنا پڑتا ہے۔ کہ آپ کے اس فقرہ کا مطلب ہماری سمجھ میں نہیں آیا۔ کیونکہ ان کی زبان میں ہندی اور گورمکھی کے ایسے پرانے الفاظ ہوتے ہیں جنہوں نے اردو کی شکل اختیار نہیں کی۔ پس ہم اس وقت تک اسلام اور احمدیت کی تبلیغ کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ جب تک ہماری جماعت میں ایسے لوگوں کی کافی تعداد موجود نہ ہو۔ جو

ہندی۔ گورمکھی اور بنگالی مرہٹی تاملی وغیرہ جاننے والے

ہوں۔ کیونکہ ہندوؤں میں تبلیغ کرنے کے لئے ہندی زبان اسی طرح ہے۔ جس طرح مسلمانوں کے لئے اردو۔ گویا ہندی اور اردو کے دو الگ الگ دریا بہتے ہیں جو آپس میں ملتے نہیں۔ قرآن مجید میں آتا ہے۔ مرج البحرین یلتقیان بینہما برزخ لا یبغیان کہ دو دریا پاس پاس بہتے ہیں۔ لیکن ان کے درمیان برزخ ہے۔ اور وہ آپس میں ملتے نہیں۔ اسی طرح

ہندی اور اردو

بھی دو الگ الگ دریا ہیں جو سارے ہندوستان پر چھائے ہوئے ہیں۔ مگر اردو کو یہ فوقیت حاصل ہے۔ کہ جو ہندی جاننے والے ہیں۔ ان میں سے اکثر اردو بھی جانتے اور سمجھتے ہیں۔ مگر مسلمان جو اردو جاننے والے ہیں ان میں بہت کم لوگ ہیں جو ہندی جانتے ہیں۔ گویا اردو کا دریا ہندی پر بھی چھایا ہوا ہے۔ لیکن ہندوؤں میں سے بعض لوگ جو گاؤں کے رہنے والے ہیں۔ وہ ہندی کے ذریعہ تو باتیں سمجھ سکتے ہیں مگر اردو کے ذریعہ سے ان کے اندر وہ اثر پیدا نہیں کیا جا سکتا۔ ان کو

موثر طور پر تبلیغ کرنے کیلئے

اسبات کی ضرورت ہے۔ کہ ہمارے اندر ہندی اور سنسکرت جاننے والے ہوں۔ اس وقت تک جماعت نے اس طرف توجہ نہیں کی۔ بہت کم لوگ ہیں جو ہندی جانتے ہیں پس جہاں میں جماعت کو یہ اطلاع دیتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ستیارتھ پرکاش کا جواب شائع کرنے کا کام جلد جلد ہو رہا ہے۔ وہاں میں جماعت کو اس طرف بھی توجہ دلاتا ہوں کہ ہندوؤں اور سکھوں میں موثر طور پر تبلیغ کرنے کے لئے

کثرت سے ہندی اور گورمکھی وغیرہ جاننے والے

ہونے چاہئیں۔ یہ تو ایک ضمنی بات تھی۔ اصل بات میں یہ کہہ رہا تھا کہ ستیارتھ پرکاش کا جواب لکھا جا رہا ہے۔ اور اس میں تین باتوں میں میرا حصہ ہے۔ اول یہ کہ کوئی دلیل کمزور نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ عام ہندوؤں کی طرف خطاب نہ ہو بلکہ صرف آریہ سماج مخاطب

حضرت نواب محمد علی خان صاحب کی تشویشناک علالت

قادیان ۷ رفروری۔ حضرت نواب صاحب کے متعلق آج کی اطلاع ہے۔ کہ بے چینی گذشتہ شب زیادہ رہی۔ باقی عوارض میں بھی کوئی کمی نہیں ہے۔ البتہ بخار کم ہے۔ احباب خاص طور پر دعا فرماتے رہیں۔

ہو۔ تیسرے یہ کہ کوئی سخت کلامی نہ ہو۔ اور ان تینوں باتوں کے لحاظ سے میں اس مضمون کو دیکھ چکا ہوں۔ جو اس وقت تک تیار ہو چکا ہے۔

دوسرا کام قرآن مجید کی تفسیر

شائع کرنے کا تھا۔ چنانچہ روزانہ جماعت کے چھ سات سو کے قریب آدمی جمع ہوتے ہیں۔ اور میں ان کے سامنے قرآن مجید کے نوٹ لکھا رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس وقت تک دو سو پچھتر ۲۷۵ صفحات کے قریب کا مضمون جنوری میں لکھوایا جا چکا ہے۔ اس سے پہلے ڈلہوزی میں ساڑھے تین سو صفحات کا مضمون میں لکھوا چکا ہوں۔ اس طرح گویا سوا چھ سو صفحہ کا مضمون ہو چکا ہے۔ یوں تو ہزار بارہ سو صفحات جنوری میں لکھے جا چکے ہیں۔ مگر چھپوائی میں چونکہ باریک اور گنجان الفاظ لکھے جاتے ہیں اور تھوڑی جگہ لیتے ہیں۔ اس لئے ہزار بارہ سو صفحات کا مضمون تفسیر کے دو سو پچھتر ۲۷۵ صفحات میں آتا ہے۔ تو اتنا کام ہو چکا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو ایک مہینہ میں آخری پارہ کی تفسیر ختم ہو جائیگی آخری پارہ اس لحاظ سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ کہ اس میں چھوٹے چھوٹے فاصلہ پر سورت بدلتی ہے۔ اگر انسان بڑی بڑی عمارتوں کو دیکھے جو دو دو تین تین فرلانگ تک لمبی چلتی چلی جائیں تو وہ شخص اپنی ساری سیر میں تین چار عمارتوں کے پاس سے گذرتا ہے۔ اور اس کی طبیعت پر اور قسم کا اثر ہوتا ہے۔ مگر جب وہ ایسی عمارتوں کے پاس سے گذرے جو ایک مکان کے بعد دوسرا مکان اور دوسرے مکان کے بعد تیسرا مکان۔ اور تیسرے مکان کے بعد چوتھا مکان سامنے لاتی ہوں اور تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر مکان بدلتے چلے جائیں تو اسکی طبیعت پر اور قسم کا اثر ہوتا ہے۔ چلتا تو وہ اتنا ہی ہے۔ مگر وہاں بڑی بڑی عمارتوں کے پاس سے گذرتے وقت وہ اتنے عرصہ میں تین یا چار نظارے دیکھتا ہے۔ اور یہاں اتنے ہی عرصہ میں سینکڑوں نظارے اس کی آنکھوں کے سامنے سے گذر جاتے ہیں۔ اسی طرح قرآن مجید کی تفسیر ہے

پہلے پاروں کی سورتیں

لمبی ہیں۔ سورہ بقرہ میں پہلا پارہ سارا ختم ہو جاتا ہے۔ پھر دوسرا پارہ بھی ختم ہو جاتا ہے اور تیسرا بھی آدھا گذر جاتا ہے۔ اور پھر جا کر یہ سورت ختم ہوتی ہے۔ اور اڑھائی پاروں تک ایک ہی سورت چلتی چلی جاتی ہے۔ پھر آگے چل کر ڈیڑھ ڈیڑھ پارہ میں ایک ایک سورۃ آجاتی ہے۔ پھر پارے پارے میں۔ اور پھر ایک ایک پارے میں دو دو سورتیں آجاتی ہیں پھر ایک ایک پارے میں تین تین چار چار سورتیں آجاتی ہیں اور اسی طرح یہ سلسلہ چلتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ

آخری پارہ میں

جا کر سینتیس ۳۷ سورتیں آگئی ہیں۔ گویا پہلی سورتیں لمبی لمبی عمارتیں تھیں جو دور دور تک چلتی چلی جاتی ہیں اور آخری سورتیں چھوٹی چھوٹی عمارتیں ہیں جو ایک کے بعد دوسری اور دوسری کے بعد تیسری بدلتی چلی جاتی ہیں۔ وہاں سورہ بقرہ میں پہلا پارہ گذر کر بھی ایک ہی مضمون تھا اور وہی مضمون پھر دوسرے پارے میں بھی چلتا چلا جاتا ہے۔ اور تیسرے پارہ کے نصف میں جا کر ختم ہوتا ہے۔ مگر یہاں قدم قدم پر مضمون بدلتا ہے۔ یورپین مصنفین کہتے ہیں۔ کہ قرآن مجید کی سورتوں کی ترتیب مضمون کے لحاظ سے نہیں بلکہ جو لمبی سورتیں ہیں وہ پہلے رکھ دی گئی ہیں اور جو چھوٹی سورتیں ہیں۔ وہ آخر میں رکھ دی گئی ہیں یہ بات غلط ہے اور ہمارا دعویٰ ہے۔ کہ قرآن مجید کی سورتوں میں مضمون کے لحاظ سے ترتیب پائی جاتی ہے اور اس ترتیب کے مطابق سورتیں رکھی گئی ہیں۔ اور اس دعویٰ کی وجہ سے ہمارے لئے ضروری ہے۔ کہ ہم وہ ترتیب ثابت کریں۔ اور یہ ترتیب کا مضمون اتنا مشکل ہے۔ کہ آجتک اس پر کوئی کتاب نہیں لکھی گئی جس میں بالاستیعاب یہ بحث کیگئی ہو کہ قرآن مجید کی تمام سورتوں میں کلی طور پر کس طرح ترتیب پائی جاتی ہے۔ یہ اتنا مشکل مضمون ہے۔ کہ

سید ولی اللہ شاہ صاحب

جیسے آدمی جو زمانہ آخر کے چوٹی کے عالم تھے۔ اور جنہوں نے قرآن مجید کی بڑی خدمت کی ہے۔ انہوں نے بھی آخر لکھ دیا کہ قرآن مجید کے مضامین ایسے ہیں۔ جیسے نمائش میں مختلف اشیاء جمع کر کے رکھی ہوئی ہوتی ہیں۔ گویا مکمل ترتیب ثابت کرنے سے وہ بھی قاصر رہے۔ پس چونکہ آج تک اس قسم کی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ جس میں

قرآن مجید کی ترتیب

کے متعلق مکمل بحث کی گئی ہو۔ اور ہمارے عقیدہ کی رو سے چونکہ قرآن مجید میں کلی ترتیب پائی جاتی ہے۔ اس لحاظ سے آخری پارہ کی تفسیر سب سے اہم اور سب سے مشکل ہے۔ کیونکہ پہلے حصہ میں تو کہیں اڑھائی پاروں یا دو پاروں یا ڈیڑھ پارہ کے بعد جا کر سوچنا پڑتا تھا۔ کہ اب اس سورۃ کی پہلی سورۃ سے کیا ترتیب ہے۔ گویا مضمون کی یگانگت ہمیں سوچنے سے بے نیاز کر دیتی تھی۔ اور اڑھائی پارہ تک یا ڈیڑھ پارہ تک یا ایک پارہ تک یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ کہ اب اس مضمون کی ترتیب کیا ہے۔ کیونکہ ایک ہی مضمون چلتا چلا جاتا تھا۔ مگر یہاں نام کو تو ایک پارہ ہے۔ مگر انتالیس ۳۹ دفعہ ٹھہر کر دیکھنا پڑتا ہے۔ کہ اس سورۃ کا تعلق پہلی سورت سے کیا ہے۔ اور مضمون کے لحاظ سے کیا ترتیب پائی جاتی ہے۔ اور اس سورۃ کو اس سے پہلی سورۃ کے بعد کیوں رکھا ہے۔ پس اس لحاظ سے آخری پارہ کی تفسیر سب سے زیادہ اہم اور سب سے زیادہ مشکل ہے۔ یہ تفسیر اگر خدا تعالےٰ توفیق دے دے۔ تو ایک مہینہ تک ہو جائیگی۔ اور پھر اس کی وجہ سے ترتیب کے متعلق ذہنوں میں جو مشکل پیدا ہوتی ہے۔ وہ حل ہو جائیگی۔ اس سے پہلے مسلمان قرآن مجید پڑھتے تھے۔ مگر ان کے ذہن میں کبھی یہ شبہ پیدا ہی نہیں ہوتا تھا۔ کہ اس سورۃ کا پہلی سورۃ سے کیا تعلق ہے۔ اور مضمون کے لحاظ سے ان دونوں میں کیا ترتیب ہے۔ کیونکہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ عم یتساءلون الگ ہے۔ سورۃ نازعات الگ ہے۔ سورۃ عبس الگ ہے۔ ہر ایک سورۃ پہلی سورۃ سے الگ ہے۔ اور ان میں کوئی جوڑ اور کوئی ترتیب نہیں۔ بلکہ

الگ الگ مضامین ہیں۔ اس لئے ان کو اس بات کے متعلق سوچنے کی کوفت نہیں ہوتی تھی۔ کہ ایک سورۃ کی دوسری سورۃ سے ترتیب معلوم کریں۔ مگر ہم نے جہاں دنیا کے سامنے

قرآن مجید کی ترتیب کا دعویٰ

پیش کیا ہے۔ وہاں لوگوں کا جھوٹا امن جو ان کو حاصل تھا۔ وہ بھی ساتھ ہی برباد کر دیا ہے۔ پہلے تو ایک مسلمان قرآن مجید پڑھتا تھا۔ تو یہ سمجھ کر پڑھتا تھا۔ کہ اس کے مضامین میں کوئی ترتیب نہیں۔ اس لئے وہ بغیر کسی شبہ کے پڑھتا چلا جاتا تھا۔ خواہ یہ اس کی کمزوری تھی۔ خواہ یہ علم کا نقص تھا۔ خواہ یہ قرآن مجید کی ہتک تھی۔ کہ کہا جائے۔ کہ قرآن مجید کی سورتوں میں کوئی جوڑ نہیں کوئی ترتیب نہیں۔ یونہی پہلے لمبی لمبی سورتیں جمع کر دی ہیں۔ اور آخر میں چھوٹی چھوٹی سورتیں رکھ دی ہیں۔ کچھ بھی ہو۔ بہر حال اس خیال کی وجہ سے وہ شبہات سے بچا ہوا تھا۔ سب مسلمان اس خیال سے قرآن مجید پڑھتے تھے۔ کہ اس کی سورتوں میں کوئی جوڑ نہیں۔ اس لئے وہ اس کی ضرورت ہی نہیں سمجھتے تھے۔ کہ کوئی ترتیب اور جوڑ معلوم کرنے کی کوشش کریں۔ اور ان کو مضمون کی ترتیب نکالنے کے متعلق کوئی تشویش پیدا نہیں ہوتی تھی۔ جب کوئی نئی سورۃ شروع ہوتی۔ تو وہ یہی سمجھتے۔ کہ اب یہ ایک نیا مضمون شروع ہوا ہے۔ جس کا پہلی سورۃ کے مضمون سے کوئی تعلق اور جوڑ نہیں۔ مگر جب ہماری طرف سے یہ دعوےٰ کیا گیا۔ کہ سارا قرآن مجید باترتیب ہے۔ اور ہر ایک سورۃ اپنے سے پہلی سورۃ کے ساتھ ملتی ہے۔ اور ان کے اندر

ایک فلسفیانہ اور عقلی جوڑ

پایا جاتا ہے۔ تو ہمارے اس دعوےٰ سے وہ جو جھوٹا امن حاصل تھا۔ کہ قرآن مجید کی ترتیب نکالنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ وہ جھوٹا امن بھی جاتا رہا۔ اب ایک احمدی یہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ چلو سورۃ نباء کے بعد سورۃ النازعات آگئی۔ اور اب ایک نیا مضمون شروع ہو گیا۔ جس کا پہلی سورۃ کے مضمون سے کوئی تعلق نہیں۔ اس کو تو جب تک پتہ نہیں لگتا۔ کہ اس سورۃ کا پہلی سورۃ سے کیا جوڑ ہے۔ اور

مضمون کے لحاظ سے ان میں کیا ترتیب پائی جاتی ہے۔ اس وقت تک اس کی تشویش دور نہیں ہوتی۔ اور وہ یہ سمجھتا ہے۔ کہ میں نے قرآن مجید کو سمجھا ہی نہیں۔ کیونکہ مجھے بتایا گیا ہے۔ کہ تمام سورتوں کا آپس میں جوڑ ہے۔ اور اس کے مضامین میں زنجیر کی طرح ایک تسلسل اور ایک تعلق پایا جاتا ہے۔ مگر مجھے وہ ترتیب اور جوڑ معلوم نہیں۔ اس لئے میں نے قرآن مجید کو نہیں سمجھا۔ اور یہ بے کلی اسکے دل کے اطمینان کو ضائع کر دیتی ہے۔ اللہ تعالےٰ نے چاہا۔ تو اس تفسیر کے ذریعہ جو لوگ درس میں شامل نہیں ہو سکتے یا جو باہر رہتے ہیں۔ ان کی یہ تشویش اور یہ بے کلی دور ہو جائیگی۔ اور جو لوگ درس میں شامل ہوتے ہیں۔ ان کو تو ساتھ ہی ساتھ معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ کس طرح خاص حکمت اور خاص غرض کے ماتحت سورتوں کو ایک دوسری کے بعد رکھا گیا ہے۔ اور ان کے مضامین میں کیا ترتیب اور کیا جوڑ پایا جاتا ہے۔ پس اس لحاظ سے بھی آخری پارہ بہت اہمیت رکھتا ہے۔ اور اس لحاظ سے بھی بہت اہمیت رکھتا ہے۔ کہ اس میں کثرت کے ساتھ

زمانہ حاضر کے متعلق پیشگوئیاں

اور حالات بیان کئے گئے ہیں۔ زمانہ حاضرہ کے متعلق جتنی باتیں اور جتنی خبریں اس پارہ میں بیان کی گئی ہیں۔ شاید سارے قرآن مجید میں بھی اس زمانہ کے متعلق اتنی خبریں اور اتنے حالات بیان کئے گئے۔ بعض جگہوں پر تو یوں معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس زمانہ کا گویا تمام نقشہ کھینچ کر رکھ دیا گیا ہے۔ پس اس زمانہ کے حالات کا جس رنگ میں اس پارہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ اور جو نقشہ خدا تعالےٰ نے اس زمانہ میں ظاہر ہونے والے افعال کا اس پارہ میں کھینچا گیا ہے۔ ہر آدمی جو چاہے احمدی نہ ہو۔ اس کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ اس کا مطالعہ کرے۔ اور معلوم کرے۔ کہ قرآن مجید میں آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے کس طرح اس زمانہ کا نقشہ پیش کیا گیا ہے۔ اور اس زمانہ میں پیدا ہونے والے مفاسد کا کیا علاج بتایا گیا ہے۔ اور کس رنگ میں

آئندہ ترقی کرنے کی صورت

کو پیش کیا گیا ہے۔ پس اللہ تعالےٰ سے امید ہے کہ اگر حالات مساعد ہوں۔ تو آخری

پارہ فروری کے آخر تک یا مارچ کے شروع تک ختم ہو جائیگا۔ آگے پھر چھپنے کا سوال ہے۔ اس کا میرے ساتھ تعلق نہیں۔ اسکا تعلق دفاتر کے ساتھ ہے۔ اور یہ ان کا کام ہے۔ جنگ کی وجہ سے مشکلات۔ اور قدم قدم پر روکیں پیدا ہو رہی ہیں۔ کاغذ تو موجود ہے۔ باقی کاموں کے متعلق کوشش ہو رہی ہے۔ امید ہے۔ کہ اگر اللہ تعالےٰ نے توفیق دی۔ تو اپریل۔ مئی یا

حد جون تک

یہ جلد شائع ہو جائیگی۔ اس کے بعد جیسا کہ میں نے جلسہ سالانہ پر اعلان کیا تھا۔ میرا ارادہ ہے کہ اگر اللہ تعالےٰ توفیق دے۔ تو اسی سال پہلی جلد بھی جو آدھی باقی ہے مکمل کر کے شائع کر دی جائے۔ اس کے بعد میں جماعت کو

تحریک جدید کی طرف

پھر توجہ دلاتا ہوں۔ گزشتہ جمعہ کے خطبہ میں میں نے بتایا تھا۔ کہ اب جو جمعہ آئیگا اس جمعہ کے خطبہ میں تحریک جدید کی تحریک کرنا بے فائدہ ہوگا۔ کیونکہ وہ خطبہ وقت پر نہیں پہنچ سکے گا۔ پھر بھی میں سمجھتا ہوں۔ کہ جماعت کو اپنے آئندہ فرائض معلوم کرنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ میں بتا دوں۔ کہ جو کام ہمارے سامنے ہے۔ وہ بہت بڑی قربانی چاہتا ہے۔ وہ اتنا بڑا کام ہے۔ کہ اس کے ابتدائی اخراجات کے لئے بھی ہمارے پاس سامان موجود نہیں۔ لیکن جبکہ

جنگ کے خاتمہ کے آثار

نظر آ رہے ہیں۔ اور جبکہ ہمیں جلد سے جلد تبلیغ کرنے کا موقعہ ملنے والا ہے۔ میں نے پھر ایک دفعہ اس سارے مضمون کو اپنے دماغ میں دہرانا شروع کیا۔ اور ساتھ ساتھ اس میں سے کچھ باتیں کاغذ پر نوٹ کرتا گیا۔ میں نے غور کیا۔ کہ تبلیغ کے لئے ہم پہلا قدم کیا اٹھائیں۔ اور اسکے لئے کس قدر اخراجات کی ضرورت ہے۔ چنانچہ میں غور کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا۔ کہ اگر ہم صحیح طور پر تبلیغ کرنا چاہیں۔ تو

فی مرکز میں چھ چھ مبلغوں کی ضرورت

ہے۔ اور مرکز سے مراد وہ علاقہ نہیں ہے۔ جس میں ہم تبلیغ وسیع کرنا چاہتے ہیں۔ اور جہاں آدمی کامیاب طور پر تبلیغ کر سکتا ہے۔ مثلاً انگلستان کو ہی لے لیں۔ تو اسے ہم ایک مرکز قرار نہیں دے سکتے۔ کیونکہ انگلستان کی آبادی ۴½ کروڑ کی ہے۔ اس ۴½ کروڑ کی آبادی کو چھ آدمی ایک جگہ بیٹھ کر تبلیغ نہیں کر سکتے

انگلستان کو جانے دو۔ لنڈن کو ہی لے لیا جائے تو لنڈن میں بھی چھ آدمی تبلیغ نہیں کر سکتے۔ لنڈن کی آبادی اسّی لاکھ کی ہے۔ اور یہ شہر ستر اسّی میل تک پھیلا ہوا ہے۔ اور اس کے باشندے اپنے کاموں میں اتنے مشغول رہتے ہیں۔ کہ ان کو سر کھجانے کی بھی فرصت نہیں ہوتی۔ شاذ ہی کوئی ہوگا۔ جو اپنے کام سے وقت بچا کر کسی دوسرے کام کیلئے دے سکے اور اس طرف توجہ کر سکے۔ تو انگلستان کے متعلق یہ خیال کر لینا کہ چھ مبلغ وہاں موثر طور پر تبلیغ کر سکتے ہیں یہ خیال ہی غلط ہے۔ اگر لنڈن کے دس دس لاکھ کے حصے کر لئے جائیں تو تب بھی سات آٹھ مبلغ ہونے چاہئیں مگر یہ تو ساری دور کی خوابیں ہیں۔ بیشک دور کی خوابیں بھی اللہ تعالیٰ نزدیک کر دیا کرتا ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکّی زندگی میں کس کو یہ خیال آ سکتا تھا۔ کہ آج سے سات سال کے اندر مسلمان سارے عرب پر غالب آ جائینگے۔ تو اللہ تعالیٰ دور کی خوابیں بھی حقیقت میں بدل دیا کرتا ہے۔ مگر یہ تو اس کا فعل ہے اس کو وہی جانتا ہے۔ کہ کب ہوگا۔ ہم نے تو اپنے ماحول کو ہی دیکھنا ہے۔ تو موجودہ حالات کے لحاظ سے اگر ہم یہی کریں کہ سارے انگلینڈ کو ایک مرکز قرار دیں۔ تو ہے تو یہ عجیب بات کہ چار ساڑھے چار کروڑ کی آبادی کو تبلیغ کرنے کیلئے جو کئی ہزار مربع میل پر پھیلی ہوئی ہے۔ ہم یہ فیصلہ کریں کہ اسکو ایک مرکز قرار دیں اور چھ مبلغ وہاں رکھیں۔ کیونکہ چھ آدمی اتنی آبادی میں تبلیغ کا کام پوری طرح نہیں کر سکتے۔ بہرحال اگر موجودہ مشکلات کے لحاظ سے ایک مرکز انگلستان کو قرار دیں اور ایک ایک مرکز جرمنی۔ فرانس۔ اٹلی سپین اور شمالی یورپ اور مشرقی یورپ میں رکھیں تو یہ سارے دس کے قریب مرکز ہوتے ہیں۔ اور پھر اس کے علاوہ شمالی اور جنوبی امریکہ کے حصے ہیں۔ پھر عرب ممالک کے پانچ اور ایران کا ایک اور افریقہ کے دس

کل اٹھائیس مراکز ممالک اور براعظموں کے لحاظ سے

ہوتے ہیں اور ان میں ایک ایک ملک میں صرف چھ چھ مبلغ مقرر کریں تو کل ایک سو اڑسٹھ ۱۶۸ مبلغوں کی ضرورت بنتی ہے۔ اور چونکہ ہر مبلغ اس کے قائم مقام سفر خرچ اور لٹریچر اور نگرانی کا خرچ کم سے کم سات سو ماہوار فی مبلغ ہوتا ہے۔ اس تعداد کا

کل خرچ گیارہ لاکھ روپیہ سالانہ

کے قریب ہوتا ہے۔ جب میں نے اس پر غور کیا تو میں نے کہا ابھی جتنی چادر ہے اتنے پاؤں پھیلاؤ۔ کیونکہ یہ کام ابھی ہماری طاقت سے باہر ہے۔ اور ہمارے پاس اتنے سامان نہیں کہ ان تمام جگہوں پر مرکز قائم کر سکیں۔ لیکن یہ بھی برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ کہ کسی ایک ملک کو چن کر وہاں تبلیغ شروع کر دی جائے۔ کیونکہ حالات کے لحاظ سے یہ تمام ممالک ایسے ہیں کہ ان میں سے کسی ایک کو بھی چھوڑا نہیں جا سکتا۔ اس زمانہ میں خطرناک تغیرات کسی ایک ملک میں رونما نہیں ہو رہے۔ بلکہ یہ تغیرات عالمگیر ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ چاہتا ہے۔ کہ عالمگیر تبلیغ کے سامان مہیا فرمائے۔ اگر خدا تعالیٰ کا ارادہ عالمگیر تبلیغ کے لئے سامان مہیا فرمانے کا نہ ہوتا تو خطرناک تغیرات صرف اٹلی میں رونما ہوتے یا صرف فرانس میں رونما ہوتے۔ یا صرف جرمنی میں رونما ہوتے۔ یا صرف انگلستان میں رونما ہوتے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں۔ کہ

یورپ کے ایک سرے لیکر دوسرے سرے تک

اس قسم کے تغیرات رونما ہوئے ہیں اور خصوصاً مغربی یورپ میں تو اتنے خطرناک تغیرات پیدا ہو چکے ہیں کہ وہاں نہ کوئی حکومت باقی رہی ہے۔ اور نہ سرحدیں باقی رہی ہیں۔ اور جس طرح لوہے کو گلا دیا جاتا ہے۔ اسی طرح سارے کا سارا یورپ گل گیا ہے۔ کوئی قومیت باقی نہیں رہی اور کوئی ملک نہیں جانتا۔ کہ مستقبل میں کیا ہونے والا ہے۔ فرانس اپنے مستقبل کے متعلق نہیں جانتا کہ کل کو کیا بننے والا ہے اٹلی اپنے مستقبل کے متعلق نہیں جانتا۔ سپین اپنے مستقبل کے متعلق نہیں جانتا۔ یوگوسلاویہ اپنے مستقبل کے متعلق نہیں جانتا۔ اسی طرح ہنگری اور دوسرے یورپین ممالک بھی نہیں جانتے کہ کیا بننے والا ہے۔ اور مستقبل میں ہمارا کیا حال ہوگا۔ شاید روس اپنے مستقبل کے متعلق سمجھتا ہو لیکن درحقیقت اس کی بھی ناواقفیت ہے۔

خود انگلستان میں بھی گھبراہٹ ہے۔ کہ ہماری کامن ویلتھ کا کیا بنے گا۔ اخبارات میں اس قسم کے حالات نہیں آتے۔ میں انگلستان سے ایک رسالہ منگواتا ہوں۔ جو پارلیمنٹ کی طرف سے شائع ہوتا ہے۔ قانونی طور پر نہیں بلکہ پارلیمنٹ کے کچھ ممبر مل کر اسے شائع کرتے ہیں۔ جس میں اس قسم کی ساری اہم باتوں کے متعلق بحث ہوتی ہے۔ کہ ہماری کامن ویلتھ کا کیا بننے والا ہے۔ اسی طرح یورپ اور امریکہ کے ممالک کے پالٹیکس کے متعلق بحث ہوتی ہے۔ کہ کیا کیا تغیرات رونما ہونے والے ہیں اور کس قسم کے خطرات پیش آنے والے ہیں۔ اس رسالہ سے پتہ لگتا ہے۔ کہ خود انگلستان کے لوگ بھی گھبرا رہے ہیں۔ کہ ہماری کامن ویلتھ کا کیا ہونے والا ہے۔

پس ان حالات میں ہمیں سمجھنا چاہیئے کہ خدا کی آواز ہمیں بلا کر کہہ رہی ہے کہ ہماری تبلیغ کسی ایک ملک کے ساتھ وابستہ نہیں بلکہ ان تمام ممالک میں تبلیغ کو وسیع کرنے کی ضرورت ہے۔ جب میں نے ان حالات پر غور کیا تو میں نے سوچا کہ انگلستان جرمنی۔ فرانس۔ اٹلی سپین کم سے کم یورپ کے یہ ممالک تو ایسے ہیں جن کو کسی طرح بھی چھوڑا نہیں جا سکتا۔ روس کو بھی چھوڑا نہیں جا سکتا۔ مگر وہاں چونکہ

تبلیغ کی اجازت نہیں

اس لئے مجبوری ہے۔ روس میں آزادی کا ڈھول تو بہت پیٹا جاتا ہے۔ مگر اس کے متعلق ہمارا نہایت تلخ تجربہ ہے۔ ہمارے آدمی وہاں کے قید خانوں سے نکل نکل کر آئے ہیں اور ایک کو تو کئی سال قید میں رکھا اور اسے بڑی بڑی سخت تکالیف دی گئیں۔ پس اس میں تبلیغ کا ابھی انتظام نہیں کیا جا سکتا۔ باقی

یورپ کے ہر ملک کے دروازے

ہمارے لئے کھلے ہیں۔ اور ہم انہیں اپنی تبلیغ میں لا سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ

امریکہ میں

بھی شمالی امریکہ اور جنوبی امریکہ دو الگ الگ براعظم ہیں۔ اول تو جنوبی امریکہ میں ہی تیرہ چودہ وسیع حکومتیں ہیں۔ پھر بھی اگر ہم سارے جنوبی امریکہ کو ایک مرکز قرار دے لیں۔ کہ وہ لوگ متحد القوم اور متحد اللسان ہیں۔ اور اسی طرح شمالی امریکہ کو بھی ایک مرکز قرار دیں تو پانچ وہ (یعنی انگلستان۔ جرمنی۔ فرانس اٹلی اور سپین) اور دو یہ۔ کل سات مرکز ہوگئے۔ گویا بیالیس ۴۲ مبلغ ہوں۔ تو ان سات مراکز میں تبلیغ ہو سکتی ہے۔ مگر میں نے اندازہ لگایا کہ بیالیس ۴۲ مبلغوں کا بھی اتنا بوجھ ہے کہ موجودہ حالات کے لحاظ سے اسے برداشت کرنا ناممکن ہے یعنی جہاں تک جماعت کی قابلیت کے معیار کا سوال ہے۔ اس کے لحاظ سے تو یہ ناممکن نہیں۔ مگر جس قربانی کے معیار پر جماعت اس وقت کھڑی ہے۔ اس کے لحاظ سے یہ مشکل ہے۔ ورنہ جماعت کی حالت تو ایسی ہے۔ کہ اگر وہ قربانی کے صحیح معیار کو قائم رکھے تو پھر یہ ناممکن نہیں بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ اگر

جماعت قربانی کے صحیح معیار پر

قائم رہے۔ تو اس سے زیادہ کام بھی ہو تو وہ بھی ہو سکتا ہے۔ خیر تو میں نے سوچا کہ اگر ہم ان مرکزوں میں سے ہر ایک میں چھ چھ مبلغ رکھیں۔ تو سات مراکز کا خرچ ساڑھے تین لاکھ روپیہ سالانہ ہو جاتا ہے۔ اور یہ ساڑھے تین لاکھ روپیہ سالانہ کا بار ایسا ہے کہ

تحریک جدید کا فنڈ

اسے اٹھا نہیں سکتا۔ مگر عرب اور ایران یہ پھر بھی اس سے باہر رہ جاتے ہیں۔ اور یہ دونو ملک ایسے ہیں۔ کہ ان کو بھی خالی نہیں رکھا جا سکتا۔ اگر ان ممالک کو بھی ملا لیں اور افریقہ کو بھی ملا لیں۔ اور پھر اس رقم کو بھی ملا لیں جو مبلغین کے جانے پر کرایہ کے لئے خرچ ہوگی۔ اور پھر ان مبلغین کے جو قائمقام یہاں رکھے جائینگے ان کے اخراجات کو بھی ملا لیں تو اس لحاظ سے یہ سکیم ناقابل عمل نظر آتی ہے۔ اور یہ اتنا بار ہے کہ موجودہ حالات کے لحاظ سے ناممکن ہے۔ کہ تحریک جدید اس بار کو اٹھا سکے۔ یہ سوچنے کے بعد پھر میں نے یہ فیصلہ کیا کہ ہر ایک مرکز میں مبلغین کی تعداد کم کر دی جائے۔ اور میں نے یہ تجویز کیا کہ انگلستان میں بجائے پورا مرکز رکھنے کے آدھا مرکز رکھا جائے۔

یعنی چھ کی بجائے تین مبلغ رکھے جائیں۔ اور اسی طرح امریکہ میں بھی آدھا مرکز رکھا جائے۔ اور تین مبلغ وہاں رکھے جائیں۔ اور باقی جتنے مراکز ہیں۔ ان میں دو دو مبلغ رکھے جائیں۔ گویا ایک مرکز کا ایک تہائی حصہ وہاں رکھیں۔ جیسا کہ میں نے بتایا ہے۔ ایک ایک مرکز میں دو دو مبلغ رکھنا کوئی موثر تبلیغ نہیں کہلا سکتا۔ کیونکہ یہ ممالک ہیں شہر نہیں۔ لیکن بہر حال کام چلانے کیلئے

موجودہ حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے

میں نے یہ تجویز کیا ہے۔ کہ تین مبلغ انگلستان میں۔ دو فرانس میں۔ دو جرمنی میں اور اگر ایک زائد کا انتظام ہو گیا۔ تو جرمنی میں تین کر دیئے جائیں گے۔ اور ہالینڈ کو بھی اس کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔ گویا دو جرمنی کے لئے اور ایک ہالینڈ کے لئے۔ اور دو مبلغ اٹلی میں۔ اور دو سپین میں۔ یہ گویا قلیل سے قلیل دائرہ تبلیغ ہے۔ اور پھر ادھر فلسطین اور شام اور ایران ہیں۔ فلسطین اور شام میں ہمارا صرف ایک مشنری کام کر رہا ہے۔ مگر خدا کے فضل سے ان لوگوں میں بیداری پائی جاتی ہے۔ اور یہ لوگ جلد صداقت قبول کرنے معلوم ہوتے ہیں۔ اور یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کا ہم پر بڑا احسان ہے۔ اگر عرب۔ فلسطین شام۔ عراق اور مصر کے لوگ دور دور دنیا کے کناروں تک اسلام نہ پہنچاتے۔ تو ہم تک یہ نعمت نہ پہنچتی۔ ہم میں سے ہر ایک کی گردن ان کے اس احسان کے نیچے جھکی ہوئی ہے۔ کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہمیں انہوں نے پڑھایا۔ اب ہمارا بھی حق ہے۔ کہ اگر وہ اس لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے اصلی معنوں کو بھول گئے ہیں۔ تو ہم دوبارہ ان کو یاد کرائیں۔ ایک شریف آدمی جب تک ایک معمولی سے معمولی احسان کا بدلہ بھی اتار نہیں لیتا۔ اس وقت تک اسے چین نہیں آتا۔ اور یہ تو اتنا بڑا احسان ہے۔ کہ اگر ہم اتنے بڑے احسان کا بدلہ نہ اتاریں تو حد درجہ کی بے حیائی کہلائیگا۔ تو یہاں مشن قائم کرنے بھی ضروری ہیں۔ اس کے لئے اگر ہم قلیل سے قلیل تعداد میں مبلغ رکھیں۔ تو کم از کم تین عرب میں اور دو ایران میں ہونے چاہئیں۔ اس سے کم تعداد میں کام ہو سکتا ہی نہیں۔ دراصل تو بیسیوں مبلغ عربی ممالک میں اور درجنوں ایران میں ہونے چاہئیں۔ پھر افریقہ ہے۔ جہاں خدا تعالےٰ کے فضل سے جماعت بڑھ رہی ہے۔ اور نہایت سرعت کے ساتھ ہماری تبلیغ پھیل رہی ہے۔ میں نے ان تمام حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے جو

قلیل سے قلیل اندازہ

لگایا ہے۔ تاکہ میں اس کے مطابق کام شروع کر دوں۔ وہ یہ ہے۔ کہ میں نے تجویز کیا ہے۔ کہ تین مبلغ عربی ممالک میں۔ دو ایران میں۔ دو سپین میں۔ دو فرانس میں۔ دو اٹلی میں۔ تین جرمنی میں (جس میں ہالینڈ بھی شامل ہو گا) تین انگلستان میں۔ تین شمالی امریکہ میں۔ اور دو جنوبی امریکہ میں رکھے جائیں۔ یہ سارے بائیس مبلغ بنتے ہیں۔ اور یہ قلیل سے قلیل تعداد ہے۔ جس سے کام شروع کیا جا سکتا ہے۔ اور اس سے کم تعداد میں کسی صورت میں بھی کام نہیں کیا جا سکتا۔ جب میں نے ان کے

اخراجات کا اندازہ

لگایا۔ تو تین مبلغ انگلستان میں۔ تین جرمنی میں۔ دو فرانس میں۔ دو اٹلی میں۔ دو سپین میں۔ دو ایران میں۔ تین عرب میں۔ تین شمالی امریکہ میں۔ اور دو جنوبی امریکہ میں۔ بائیس مبلغ تو یہ ہو گئے۔ اور پندرہ ۱۵ مبلغ افریقہ میں۔ یہ کل سینتیس ۳۷ مبلغ ہو گئے۔ اور سینتیس ۳۷ مبلغ ان کو فارغ کرنے کے لئے مرکز میں رکھے جانے چاہئیں۔ ان چوہتر ۷۴ مبلغوں کے لئے میں نے دو لاکھ پچاس ہزار روپیہ سالانہ کا اندازہ لگایا ہے۔ ہمارا تحریک جدید کا دسویں سال کا جو چندہ تھا۔ اگر جماعت کی قربانی کا معیار گیارھویں سال میں اس کے مطابق ہوتا تو اس سے یہ کام چل سکتا تھا۔ دسویں سال تحریک جدید کے تین لاکھ تیس ہزار سے کچھ زائد کے وعدے تھے۔ اور ان میں سے تین لاکھ اٹھائیس ہزار روپیہ وصول ہو چکا ہے۔ اگر جماعت کی قربانی اس معیار پر قائم رہتی۔ تو یہ ایسی رقم تھی۔ کہ اس سے ان سینتیس ۳۷ مبلغوں کے اخراجات کا انتظام ہو سکتا تھا۔ اور پھر اتنے ہی آدمی یہاں قادیان میں بھی رکھے جا سکتے تھے۔ جو مدرسہ کو جاری رکھیں۔ اور پہلے مبلغوں کو جو باہر گئے ہوئے ہوں۔ جب ان کو واپس بلایا جائے۔ (تاکہ ان کی نسل اور ان کی بیویاں تباہ نہ ہوں۔ اور یوں بھی پہلوں کا واقفیت کے لئے بار بار قادیان آنا ضروری ہے) تو ان لوگوں کو ان کی جگہ بھجوایا جائے۔ پس اگر جماعت کی قربانی کا وہی معیار قائم رہتا۔ جو دسویں سال میں تھا۔ تو اس سکیم کو جاری کرنا مشکل نہیں تھا۔ تین لاکھ تیس ہزار روپیہ کی آمد سے دو لاکھ پچاس ہزار کا خرچ سینتیس ۳۷ مبلغوں کا کام چلانے کے لئے کافی ہو جاتا۔ اور باقی کو ریزرو فنڈ کے طور پر جمع رکھا جاتا۔ تا فوری ضرورتوں کے وقت اس سے کام لیا جا سکے۔ اسی وجہ سے میں نے گیارھویں سال کے لئے یہ تجویز کی تھی۔ کہ جن لوگوں نے دس سال حصہ لیا ہے وہ اپنی قربانی کو اور نو سال تک جاری رکھیں۔ اور کم سے کم نویں سال کے برابر حصہ لیں۔ اس طرح اس قدر رقم کا پورا کرنا ممکن ہو جاتا تھا۔ اس کے علاوہ اسی خیال سے کہ اس کام نے ہمیشہ جاری رہنا ہے۔ میں نے یہ تجویز بھی پیش کی کہ

ایک اور جماعت پانچہزاری فوج کی

تیار کی جائے۔ جو آئندہ انیس سال تک اپنی ایک ماہ کی آمد ہر سال دیا کرے۔ تاکہ نو سال کے بعد جب پہلی پانچہزاری فوج اپنے کام سے فارغ ہو۔ تو یہ دوسری پانچہزاری فوج بوجھ اٹھائے۔ اور اسی طرح ہر دس سال بعد ایک نئی پانچہزاری فوج اور اگر خدا تعالےٰ چاہے۔ تو آئندہ دس ہزاری اور پھر اس سے بڑی فوج تیار ہوتی چلی جائے۔ کیونکہ آخر اس انیس سال کے عرصہ میں بعض بچے جوان ہو چکے ہونگے۔ اور بعض نئے احمدی بھی ہونگے۔ تو جب پہلے دور کے لوگ اپنے انیس سال پورے کرینگے۔ تو ان کے بعد

نئے احمدی ہونے والے اور نئے پیدا ہونے والے

ان کے قائم مقام پیدا ہو چکے ہوں گے۔ اور اس طرح ہمیشہ ہمیش تک یہ سلسلہ چلتا چلا جائیگا۔ جو لڑکا دور کے پہلے سال میں پیدا ہو گا۔ انیس سال کے بعد وہ جوان ہو کر برسر روزگار ہو چکا ہو گا۔ اور اس قابل ہو گا۔ کہ دین کی خاطر قربانیوں میں حصہ لے سکے۔ اور جو دور کے پہلے سال میں تین چار سال کا ہو گا۔ انیس سال کے بعد وہ بائیس تیئیس سال کا ہو چکا ہو گا۔ گویا انیس سال کا دور ہونے کے لحاظ سے نئی پود تیار کرنے کا ایک سلسلہ جاری ہو جاتا ہے۔ جو قیامت تک اپنی قربانی کو جاری رکھے۔ انیس سال کے بعد پہلے لوگوں پر سے یہ بوجھ اتر چکا ہو گا۔ اور ان کے بعد ایک نئی پود اس بوجھ کو اٹھانے کے لئے تیار ہو گی۔ جنہوں نے پہلے سالوں میں حصہ نہیں لیا ہو گا۔ یا جو نئے احمدی ہونگے۔ یا جو بچے تھے۔ اور انیس سال کے بعد جوان ہو کر برسر روزگار ہو چکے ہونگے اب ان کا فرض ہو گا۔ کہ وہ اپنے باپ دادوں اور بھائیوں کی قربانی کا بوجھ اپنے ذمہ اٹھائیں۔ اور جب ان لوگوں کے بھی انیس سال ختم ہونگے۔ تو پھر اور نئی پود تیار ہو چکی ہو گی۔ جو ان کا بوجھ اٹھائیگی۔ اور اس طرح جماعت کی قربانی کا سلسلہ ہمیشہ ہمیش کے لئے جاری رہیگا۔ غرض انیس سال کا عرصہ اتنا کافی عرصہ ہے۔ کہ اس کے بعد نئی نسل آجاتی ہے۔ اور پھر بڑی تعداد ان لوگوں کی بھی آجاتی ہے۔ جو ہزاروں کی تعداد میں نئے احمدی ہوتے ہیں۔ ان کا بھی فرض ہو گا۔ کہ اس قربانی میں حصہ لیں۔ پس اس سکیم سے میرا منشا یہ تھا۔ کہ یہ سلسلہ

قیامت تک

چلتا چلا جائے۔ اور جوں جوں ہماری تبلیغ بڑھتی جائے۔ اور کام وسیع ہوتا جائے۔ ساتھ ہی ساتھ اس کام کو چلانے کے لئے سامان بھی پیدا ہوتے چلے جائیں چنانچہ اس سکیم کے ماتحت میں نے تحریک کی تھی۔ کہ جو لوگ پچھلے دس سالوں میں حصہ لیتے رہے ہیں۔ وہ آئندہ نو سال تک حصہ لیں۔ اور انیس سال کا دور پورا کریں۔ اور گیارھویں سال کا چندہ کم از کم نویں سال کے برابر ضرور دیں۔ میں سمجھتا تھا۔ کہ کچھ لوگ تو ایسے ہونگے۔ کہ اگر ان کے حالات اجازت نہ دیں۔ تو وہ کم از کم نویں سال کے برابر تو ضرور دیں گے۔ اور کچھ مخلصین ایسے بھی ہونگے جو دسویں سال کے برابر یا اس سے زیادہ دیں گے۔ اور اس طرح ہمارا سلسلہ تحریک جدید کی اتنی رقم پیدا کرتا رہے گا۔ کہ جو رقم تبلیغ کی اس سکیم کے بوجھ کو اٹھا لیگی۔ کیونکہ نویں سال دو لاکھ کے قریب کے وعدے وصول ہوئے تھے۔ تو اگر گیارھویں سال اڑھائی لاکھ کی آمد ہو۔ تو تبلیغ کی سکیم پر جو اڑھائی لاکھ روپیہ سالانہ

کی رقم خرچ ہوگی۔ وہ اس سے نکل آئیگی اور اگر کسی وقت کچھ کمی رہی۔ تو وہ نئی پانچہزاری فوج کی رقم سے ادا کی جا سکے گی۔ پھر جس وقت دفتر اول والوں کے انیس سال پورے ہو جائینگے۔ تو دفتر دوم والوں کے ابھی دس سال باقی ہونگے۔ اور وہ منظم ہو کر اس بوجھ کو اٹھا لینگے۔ اور جو کمی رہ جائے گی۔ اس کو پورا کرنے کے لئے دفتر سوئم والے آجائینگے۔ اور پھر جب دفتر دوئم والوں کے انیس سال پورے ہو جائیں گے۔ تو اس وقت دفتر سوئم والوں کے ابھی دس سال باقی ہونگے۔ وہ اس بوجھ کو اٹھا لینگے اور جو کمی رہ جائے گی۔ اسکو پورا کرنے کے لئے دفتر چہارم والے آجائینگے۔ اور اس طرح

جماعت کی قربانی کا سلسلہ قیامت تک

چلتا جائے گا۔ یہ سکیم میرے ذہن میں تھی۔ جہانتک ابتدائی حصہ نے حصہ لیا ہے۔ واقعہ میں ان کی قربانی بہت شاندار تھی۔ ان ابتدائی حصہ لینے والوں میں بالعموم ایسے تھے جنہوں نے دسویں سال سے بڑھا کر وعدے کئے۔ اور تھوڑے ایسے تھے جنہوں نے نویں سال کے برابر وعدے کئے پھر ان وعدہ کرنے والوں میں سے چونکہ بعض فوت بھی ہو جاتے ہیں۔ بعض کی پنشن ہو جاتی ہے۔ اس بات کا بھی لحاظ رکھنا پڑتا ہے۔ کیونکہ اس وجہ سے بھی وصولی کے وقت آٹھ دس فی صدی رقم خطرہ میں رہتی ہے۔ مگر جو حصہ باقی رہ گیا تھا۔ انھوں نے قربانی کرنے میں کوتاہی کی ہے۔ اور انھوں نے ابتدائی حصہ لینے والوں کے برابر اخلاص کا نمونہ پیش نہیں کیا۔ اسوقت تک دفتر اول کے گیارھویں سال میں صرف ایک لاکھ پچاس ہزار روپیہ کے وعدے آئے ہیں خطبہ کی درستی تک

دو لاکھ پانچ ہزار کے وعدے

ہو چکے ہیں۔ لیکن یہ وعدے صرف ہندوستان کے ہیں۔ ہندوستان سے باہر کے وعدے ابھی باقی ہیں۔ اور ابھی ہندوستان کے وعدوں میں بھی آٹھ دس دن باقی ہیں سات دن (۱۰ فروری) تک تو وعدے لکھوائے جا سکتے ہیں۔ اور کچھ وقت ڈاک میں خطوط آنے پر بھی صرف ہوگا۔ اس کو ملا کر قریباً دس دن ابھی باقی ہیں۔ میرا اندازہ ہے کہ اس سال دو لاکھ سے اوپر کے وعدے ہو جائیں گے۔ لیکن یہ دو لاکھ کی رقم تبلیغ کے اس بوجھ کو اٹھانے کے قابل نہیں کیونکہ جیسا کہ میں نے بتایا ہے۔ ان مشنوں کو جاری رکھنے کے لئے اڑھائی لاکھ روپیہ سالانہ کی کم سے کم ضرورت ہے۔ اور جو نئی تحریک (دفتر دوم) کی میں نے جاری کی تھی۔ مجھے افسوس ہے کہ اب تک وہ پوری طرح منظم نہیں ہوسکی اس کے وعدے اس وقت تک صرف پچیس ہزار سالانہ کے ہوئے ہیں۔ اگر دفتر دوئم کو منظم کر کے پانچہزار نئے آدمی تیار کر لئے جائیں تو امید ہے دفتر دوئم کے ذریعہ سے بھی ڈیڑھ دو لاکھ روپیہ سالانہ کی آمد ہو سکتی ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ توفیق دے تو دفتر اول والوں کی قربانی کا وقت ختم ہونے سے بعد یہ لوگ اس بوجھ کو اٹھا سکیں گے۔ مگر جو دقت پڑا ہے۔ اور اس سے جو کمی واقع ہوئی ہے اس کمی کو دور کرنے کے لئے جماعت کو اس کام کی اہمیت سمجھنے کی ضرورت ہے۔ کہ جو کام ہمارے سامنے ہے اس کے لئے

کتنی بڑی قربانی درکار ہے

بعض لوگوں کے دلوں میں یہ بھی خیال پیدا ہو سکتا ہے۔ کہ جائیدادوں کی آمدنی کہاں جائیگی۔ یہ بھی میں واضح کر دیتا ہوں۔ کہ بڑے کاموں کے لئے ہمیشہ بڑی تیاری کرنے کی ضرورت ہوتی ہے جیسا کہ میں نے بتایا ہے نہ تو تبلیغ کا یہ دائرہ وسیع ہے جس کا میں نے ذکر کیا ہے۔ اور نہ ہی اتنے مبلغ کافی ہو سکتے ہیں۔ ہمیں ہر ملک میں اس سے آٹھ دس گنا زیادہ مبلغ رکھنے پڑیں گے اور علاقوں کے لحاظ سے گویا ساٹھ ستر گنا زیادہ علاقوں میں تبلیغ کو وسیع کرنا پڑے گا۔ اور پھر بھی ابھی بہت سی دنیا ہماری تبلیغ سے باہر رہ جائے گی۔ اگر موجودہ حالت سے ساٹھ گنا زیادہ علاقوں میں تبلیغ کو وسیع کریں تو موجودہ اندازہ میں نے اڑھائی لاکھ بتایا ہے۔ اس کو اگر ساٹھ سے ضرب دیں تو یہ ایک کروڑ پچاس لاکھ روپیہ ہو جاتا ہے۔ بہرحال جب وہ زمانہ آئے گا تو اس وقت خدا تعالیٰ ایسے سامان بھی پیدا کر دے گا کہ ایک کروڑ پچاس لاکھ تو کیا۔ اگر ایک ارب روپیہ کا مطالبہ کیا جائے گا۔ تو لوگ کہیں گے یہ تھوڑا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ زمانہ کب آئے گا۔

ہماری زندگی میں

آئے یا ہماری زندگی کے بعد آئے۔ مگر آئیگا ضرور۔ زمین و آسمان ٹل سکتے ہیں مگر خدا تعالیٰ کے وعدے نہیں ٹل سکتے۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت فیصلہ کر چکی ہے۔ کہ ساری دنیا پر اسلام اور احمدیت کی تبلیغ پھیلا دی جائے۔ اور اس کے لئے غیر معمولی سامان پیدا ہو رہے ہیں۔ آسمان سے فرشتے نازل ہو رہے ہیں کہ لوگوں کے دلوں کی اصلاح کریں۔ اور روحانی توپیں مادیت کے قلعوں کو مسمار کرنے کے لئے گاڑی جا رہی ہیں۔ یہ کام تو ہو گا جب ہو گا۔ مگر جہاں تک انسانی تدابیر کا سوال ہے۔ اسکے لحاظ سے بھی اب ایسا زمانہ آرہا ہے کہ ہمیں

اپنے کاموں کو بڑھانا پڑے گا۔

اگر کسی شخص کے ہاں آج بچہ پیدا ہوتا ہے۔ اور اس کے لئے ایک گز کپڑا درکار ہوتا ہے۔ تو کوئی احمق ہی ہوگا جو یہ کہے۔ کہ اگلے سال بھی اتنے کپڑے میں بچہ کا کام چل جائے گا۔ کیونکہ اگلے سال اس کے لئے دو گز کپڑا درکار ہوگا۔ اور کوئی نادان ہی ہوگا جو یہ خیال کرے کہ پانچ چھ سال کے بعد میں بھی دو گز میں ہی کام چل جائے گا کیونکہ پانچ چھ سال کے بعد پھر اسے تین چار گز کپڑا درکار ہوگا۔ اسیطرح جوں جوں وہ بچہ بڑھتا چلا جائیگا اس کے لئے زیادہ سے زیادہ کپڑا درکار ہوگا۔ پس ہم نے اگر آج ایک کام شروع کیا ہے تو کل اس کام میں جو زیادتی پیدا ہونے والی ہے ہمیں اسکو بھی مدنظر رکھنا پڑے گا۔ اگر آج ہم اڑھائی لاکھ روپے سے کام شروع کرتے ہیں تو آج سے پانچ سال بعد ہمیں پانچ لاکھ روپیہ کی ضرورت ہوگی۔ اور اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے ہمیں آج سے ہی سامان کرنا ہوگا۔ اس لئے میں نے جائیداد کی آمد کو اس وقت بالکل مدنظر نہیں رکھا۔ اول تو اس جائیداد پر پانچ لاکھ روپے کا قرضہ ہے۔ اس عرصہ میں اس سے جو آمد ہوگی اس سے یہ قرضہ اتاریں گے۔ اسکے بعد جو آمد ہوگی اس کو ریزرو فنڈ میں جمع کریں گے۔ اور پھر اس سے اور آمدنی پیدا کرنے کے ذرائع سوچیں گے۔ اور کام میں جو وسعت پیدا ہوگی۔ وہ اس آمدنی سے پوری کریں گے۔ پس جہاں تک

موجودہ اڑھائی لاکھ روپے کا بوجھ

اٹھانے کا سوال ہے۔ یہ بوجھ تحریک جدید کے چندوں پر ڈالا جائے اور جب دفتر اول کے انیس سال پورے ہوں۔ تو دفتر ثانی اس بوجھ کو اٹھائے۔ مگر اس وقت تک کام میں جو وسعت پیدا ہو چکی ہوگی۔ اور اس کام کو چلانے کے لئے جو ضرورت پڑ جائیگی۔ وہ ضرورت اس ریزرو فنڈ کی آمد سے پوری کی جائے۔ میں اس کے متعلق بتانا نہیں چاہتا تھا مگر اس لئے کہ یہ خیال کیا جائے کہ جائیداد کی آمد بے کار پڑی رہیگی۔ اسلئے میں نے بتا دیا ہے کہ وہ بے کار نہیں پڑے گی۔ بلکہ اس سے آمدنی کے نئے ذرائع پیدا کئے جائینگے۔ جو کام کی وسعت کو سنبھال سکیں۔ اس وقت اس جائیداد کی قیمت پنجاب کی قیمتوں کے لحاظ سے اسّی لاکھ روپیہ کی ہے۔ اور وہاں (سندھ) کی قیمتوں کے لحاظ سے ستائیس لاکھ روپے کی ہے۔ اور گورنمنٹ کو اس پر کوئی سترہ لاکھ روپے کے قریب اس کی قیمت دی گئی ہے۔ اس رقم میں سے چھ سات لاکھ روپیہ چندوں سے بچا کر دی گئی ہے باقی وہیں کی آمدنی سے یا قرض لے کر ادا کیا گیا ہے کل سترہ لاکھ روپیہ دیکر اب یہ جائیداد آزاد کرائی جا چکی ہے۔ جس کی قیمت اب ستائیس لاکھ روپیہ ہے۔ تین چار لاکھ وہاں کی آمدنی سے پانچ لاکھ قرض لے کر اور چھ سات لاکھ چندہ میں سے ادا کیا گیا ہے۔ اب میں کوشش کر رہا ہوں کہ ان جائیدادوں کو منظم کر کے ان کی آمدنی سے آہستہ آہستہ بیس پچیس لاکھ کا ایک اور ریزرو فنڈ قائم کر دیا جائے۔ پس میری اس سکیم کے ماتحت

جائیداد کی آمدنی

کو اس وقت تک چھوا نہیں جا سکتا۔ ورنہ کچھ سال کے بعد کام کے بڑھنے پر سلسلہ کو سخت نقصان پہنچے گا۔ ضرورت ہے کہ اس کی آمدن سے مزید آمد پیدا کی جائے تا کہ کام میں جو وسعت پیدا ہو۔ اس کے لئے ابھی سے سامان مہیا کرنا شروع کر دیا جائے۔ جیسا کہ میں نے بتایا ہے کہ ہمارے چھوٹے سے چھوٹے کام کے لئے ڈیڑھ کروڑ روپیہ سالانہ کی ضرورت ہے۔ لیکن اگر ہم بیس پچیس لاکھ روپیہ سالانہ بھی خرچ کریں تو اس بیس پچیس لاکھ روپیہ سالانہ کی آمد پیدا کرنے کے لئے بھی ابھی سے سامان پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ جماعت کو کس قدر بڑھا دے گا کہ وہ اس بوجھ کو اٹھا لے۔

ہماری امیدیں

تو یہی ہیں۔ اور کل میں نے جب مبلغین بلائے کہ باہر جانے کے لئے تیاری شروع کر دیں۔ تو میں نے ان سے یہی کہا کہ ہمارے پاس اتنے سامان بھی نہیں۔ لیکن کام کو وسیع کرنے کے بغیر بھی چارہ نہیں۔ آپ اس نیت سے باہر جائیں اور وہاں جا کر یہ کوشش کریں کہ اس ملک کے اتنے افراد

احمدی ہو جائیں۔ کہ ان کا چندہ اس ملک کی تبلیغ کے بوجھ کو اٹھائے۔ تاکہ مرکز پر سے جلد ان مشنوں کا بوجھ اتر جائے۔ اور وہ فارغ شدہ رقوم سے اور مبلغ بھجوا سکے۔ پس

یہ تین باتیں

میں جماعت کے سامنے رکھتا ہوں:۔

اول یہ کہ جماعت کے دوست تحریک جدید کے چندہ میں اس رنگ میں حصہ لیں۔ کہ ہر گروپ انیس سال تک اس بوجھ کو اٹھائے۔ اور جب انیس سال کے بعد ان کی قربانی ختم ہو جائے۔ تو پھر دوسرا گروپ آگے آئے۔ اور وہ اس بوجھ کو اٹھائے۔ اور اس طرح قیامت تک یہ سلسلہ چلتا چلا جائے۔ اس طرح ہر فرد پر اس کا ہمیشہ بوجھ نہیں رہے گا۔ کیونکہ انیس سال کے بعد نئی نسل آجائیگی۔ اور وہ اس بوجھ کو اٹھالیگی۔ اور اس طرح یہ تبلیغ ہمیشہ تک جاری رہے گی۔

دوسرے یہ کہ ہمارے مبلغ اس محنت اور دیانتداری سے کام کریں۔ کہ وہ جس ملک میں جائیں۔ وہ ملک دو تین سال کے بعد وہاں کی تبلیغ کا بوجھ خود اٹھائے۔

تیسرے یہ کہ جائیداد کی آمدنی ریزرو فنڈ میں جمع ہوتی رہے۔ ان تینوں ذرائع کو ملاکر امید ہے کہ اگر ہم اس کے مطابق چلیں۔ اور گناہ کی شامت ہمارے رستہ میں حائل نہ ہو۔ تو دس بارہ سال کے بعد بیس پچیس لاکھ روپیہ سالانہ کی آمدنی ان تینوں ذرائع سے پیدا ہوسکے۔

بہرحال اصل نتیجہ تو دس بارہ دن کے بعد ہی معلوم ہوگا۔ کہ تحریک جدید میں دوستوں نے کس حد تک حصہ لیا ہے۔ اتنا ضرور ہے۔ کہ میرے الفاظ کے ظاہری معنوں سے جو کچھ نکلتا تھا۔ کہ کم از کم نویں سال کے برابر چندہ ہو۔ یہ تو ہو جائیگا۔ (اور جیسا کہ میں نے اوپر بتایا ہے اس وقت تک ہو چکا ہے) مگر جو سکیم ہمارے مدنظر ہے۔ اس کے لحاظ سے وہ رقم کافی نہیں۔ کیونکہ گیارھویں سال کے چندوں کا موجودہ اندازہ دو لاکھ کے لگ بھگ ہے۔ مگر میں نے بتایا ہے۔ کہ ہمیں اپنی اس تبلیغی سکیم کو جاری کرنے کے لئے اڑھائی لاکھ روپیہ سالانہ کی ضرورت ہے۔ مگر اس اڑھائی لاکھ میں ابھی ایک چیز میں نے شامل نہیں کی۔ اور وہ یہ کہ جو مبلغین باہر جائینگے۔ ان کے سفر خرچ پر بھی چالیس پچاس ہزار روپیہ خرچ ہوگا۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

اس وقت تک

چار مبلغ افریقہ جا چکے ہیں۔ اور دو تیاری کر رہے ہیں۔ باقی ہر ملک کے لئے میں نے مبلغ مقرر کر دیئے ہیں۔ جو ممالک قریب ہیں۔ ان کا کرایہ کم ہے۔ اور جو دور ہیں ان کا زیادہ ہے۔ مثلاً افریقہ جانے کے لئے ڈیڑھ ہزار روپیہ کرایہ خرچ ہوتا ہے۔ اور جو ممالک دور ہیں وہاں کے لئے اڑھائی تین ہزار روپیہ کرایہ خرچ ہوتا ہے۔ اگر ڈیڑھ ہزار روپیہ ہی اوسط لگائی جائے۔ تو اس لحاظ سے سینتیس ۳۷ مبلغوں کا پچپن چھپن ہزار روپیہ تو صرف کرایہ کا خرچ ہے۔ اور یہ بھی تھرڈ کلاس کا کرایہ ہے۔ یہ نہیں کہ وہ بڑے آرام سے سفر کرینگے۔ آخر جو کرایہ مقرر ہے۔ وہی دینا پڑیگا۔ اس میں کفایت کرنا تو ہمارے اختیار کی بات نہیں۔ تو یہ رقم ابھی میرے اس حساب سے باہر ہے۔ بہرحال اگر اس کو بھی شامل کر لیا جائے۔ تو تین لاکھ روپیہ کی اس سال ضرورت ہوگی۔

اللہ تعالیٰ جماعت کو توفیق دے

کہ وہ ان تینوں باتوں کی اہمیت کو سمجھے اور دوسروں پر ان کی اہمیت اور معقولیت واضح کرے۔ اور اللہ تعالیٰ سب کو توفیق دے۔ کہ وہ خوشی خوشی ان بوجھوں کو اپنے سروں پر اٹھالیں۔ اور خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کریں۔ اور اللہ تعالیٰ نئے نئے لوگوں کو پیدا کرے۔ کچھ ہمارے گھروں میں اور کچھ باہر سے لاکر۔ جو اس بوجھ کو ہم سے بھی زیادہ اٹھانے کے لئے تیار ہوں۔ اور اس قسم کی قربانی کی روح اپنے ساتھ لائیں۔ کہ یہ کام بجائے گھٹنے کے ہر سال بڑھتا چلا جائے۔ اور ہم اپنی زندگیوں میں دیکھ لیں۔ کہ ہر ملک میں اسلام کی تبلیغ پھیل چکی ہو۔ ہمارے مبلغ ہزاروں کی تعداد میں تبلیغ کر رہے ہوں۔ اور لاکھوں لاکھ آدمی ہر ملک میں احمدیت میں داخل ہو چکے ہوں۔ ہم اپنی آنکھوں سے یہ دیکھ لیں۔ کہ دشمن بھی اقرار کرے۔ کہ اب اسلام پھیل چکا۔ اور اب احمدیت دنیا پر غالب آگئی۔ اب اس کا مقابلہ کرنا فضول ہے۔ یہ خدا کی بات تھی جو پوری ہوگئی۔ آمین

درخواست دعا۔ ماسٹر نذیر حسین صاحب ٹیچر تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کے بائیں ہاتھ میں [illegible] آگئی ہے۔ احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ [illegible] صحت [illegible] عطا فرمائے۔ خاکسار عبدالرحیم [illegible]

"الفضل" کی ایجنسیاں قائم کرنے کے متعلق ضروری اعلان

ایجنسیوں کے اخبار "الفضل" قادیان سے صبح ۶ بجے کی گاڑی سے بھجوانے کا انتظام کیا جا رہا ہے۔ تاکم سے کم قریبی مقامات پر پرچہ روز کا روز پہنچ جائے۔ اور احباب جماعت حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق نیز خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خیر و عافیت کے بارہ میں تازہ ترین اطلاع۔ حضور کے ارشادات۔ مرکز سلسلہ کی خبریں۔ اور ضروری ہدایات سے جلد از جلد آگاہی حاصل کر سکیں۔ ایسا انتظام کرنے کے لئے دفتر الفضل کو مالی طور پر کافی رقم صرف کرنی پڑیگی۔ مگر چونکہ احباب کے لئے یہ تجویز زیادہ مفید ہے۔ اس لئے اسے اختیار کیا جا رہا ہے۔ اس طریق سے خاطر خواہ فائدہ اسی صورت میں اٹھایا جا سکتا ہے۔ جبکہ بٹالہ۔ امرتسر۔ لاہور۔ سیالکوٹ۔ گجرات۔ جالندھر۔ لدھیانہ۔ فیروزپور اور دیگر ایسے تمام مقامات کے احباب اپنے ہاں جلد از جلد ایجنسیاں قائم کریں۔ اور ایسے مستعد اور دیانتدار ایجنٹ مقرر کر کے دفتر کو اطلاع دیں۔ کہ جو نہ صرف یہ کہ گاڑی پہنچتے ہی فوراً خریداروں کو پرچہ پہنچانے کا انتظام کریں۔ بلکہ اور زیادہ خریدار پیدا کرنے میں کوشاں رہیں۔ اور الفضل کے حلقہ اشاعت کو وسیع کرتے رہیں۔ اس طرح خود فائدہ بھی اٹھائیں گے۔ اور ثواب کے بھی مستحق ہوں گے۔ پس ان جماعتوں کے ذمہ دار اصحاب جلد سے جلد توجہ فرمائیں۔ اور اپنے ہاں "الفضل" کی ایجنسی جاری کر کے اطلاع دیں۔ کہ وہ کم از کم کتنے پرچے منگائینگے۔ تاکہ انہیں ایجنسی کے ضروری قواعد اور شرائط بھیجے جائیں۔

منیجر "الفضل"

درخواست دعا

برادرم مکرم مرزا سلطان احمد صاحب ساکن قصور نے اپنی اراضیات واقعہ قصور کے حقوق ملکیت حاصل کرنے کے متعلق عدالت دیوانی میں ایک مقدمہ دائر کیا تھا۔ اب اس مقدمہ کے سلسلہ میں انہوں نے ہائیکورٹ لاہور میں سیکنڈ اپیل کی ہوئی ہے۔ احباب جماعت سے درخواست ہے۔ کہ اپیل کی حقیقی اور کامل منظوری اور کامیابی کے لئے خاص طور پر دعا فرمائیں۔ خاکسار مرزا محمود بیگ ازپٹی

گریجوایٹوں کی فوری ضرورت

مشرقی افریقہ میں چند گریجوایٹوں کی ضرورت ہے۔ تنخواہ معقول ہوگی۔ علاوہ جنگ الاؤنس اور کرایہ مکان کے ہندوستان آنے جانے کا کرایہ گورنمنٹ ادا کریگی۔ خواہشمند احباب اپنی درخواستیں نظارت ہذا میں بھجوائیں۔

(ناظر امور عامہ)

نارتھ ویسٹرن ریلوے

سروس کمیشن لاہور

والٹن ٹریننگ سکول لاہور چھاؤنی میں گارڈز کلرکس کی ٹریننگ کے داخلہ کے لئے ۲ رمارچ ۱۹۴۵ء تک مجوزہ فارم (جو کہ نارتھ ویسٹرن ریلوے کے ہر بڑے سٹیشن پر ایک روپیہ ادا کرنے پر مل سکتے ہیں) پر درخواستیں مطلوب ہیں کل ۳۵ عارضی آسامیاں ہیں۔ جن میں سے ۱۲ مسلمانوں کے لئے مخصوص ہیں۔ ایک سکھوں ہندوستانی عیسائی اور پارسیوں کے لئے۔ تین اچھوتوں کے لئے۔ اگر مسلمانوں کی پوری تعداد آسامیوں کو پر کرنے کی نہ مل سکی۔ تو باقی ماندہ آسامیوں پر غیر مخصوص غور کیا جائیگا۔

تنخواہ۔ -/۴۸ روپے ماہوار ٹریننگ کے درمیان اور امتحان پاس کرنے کے بعد اگر ملازمت بحال رہی ۵۰ روپے ماہوار ۳۰ - ۲½ - ۵۰ - ۲ - ۶۰ کے گریڈ میں علاوہ مہنگائی الاؤنس اور دوسرے الاؤنس جو گورنمنٹ کے منظور شدہ اصول کے مطابق ہوں۔ اس کے علاوہ رعایتی داموں پر اجناس خوردنی کے خریدنے کی اجازت ہوگی۔

قابلیت۔ میٹریکولیشن (سیکنڈ ڈویژن) اگر نتائج ڈویژن میں شائع ہوتے ہوں۔ جونیئر کیمبرج یا اس کے مساوی

عمر ۱۲ راپریل ۱۹۴۵ء کو ۱۸ اور ۲۵ سال کے درمیان اور اچھوتوں کے لئے ۲۸ سال۔

ایسے امیدواران جن کی عمر ۱۸ سال سے کم یا ۲۵ سال کے اوپر ہو۔ اور میٹریکولیشن تھرڈ ڈویژن کی درخواستوں پر بھی غور کیا جائیگا۔ مکمل تفصیلات کے لئے معہ اپنے پتہ والا ٹکٹ زدہ لفافہ کمیشن کے سیکرٹری کو لکھیں۔

(سیکرٹری)

تازہ اور ضروری خبروں کا خلاصہ

لندن ۷ر فروری۔ جرمنوں کی اس خبر کی تصدیق ہوگئی ہے کہ مارشل کونیف کی فوجوں نے بالائی حصّہ میں دریائے اوڈر کو پار کرلیا ہے۔ مارشل سٹالن کے ایک اعلان میں کہا گیا ہے کہ روسی فوجوں نے دریائے اوڈر کے مغربی کنارے پر ۵۰ میل لمبا اور بارہ میل چوڑا مورچہ بنالیا ہے۔ انہوں نے یہ کامیابی تین روز کی سخت لڑائی کے بعد حاصل کی۔ ایک خبر میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ فرینکفرٹ اور کسٹرن کے درمیان بھی روسیوں نے دریا کو پار کرلیا ہے۔ مگر روسی ذرائع سے اس خبر کی تصدیق نہیں ہوسکی۔ ایک ذمہ دار امریکن افسر نے ایک بیان میں کہا۔ کہ اگر جرمن روسیوں کے اس حملہ کو نہ روک سکے۔ تو جرمنی کی فوجی حالت بہت نازک ہو جائے گی۔

لندن ۷ر فروری۔ مغربی محاذ پہ اتحادیوں نے السس میں ایک ایسے شہر پہ حملہ بول دیا ہے۔ جو اس علاقہ میں رسد اور کمک کا بہت بڑا مرکز ہے اس حملہ کی ایک غرض یہ ہے کہ اس پُل کو برباد کیا جائے جس کے ذریعہ جرمن رائن کو پار کرسکتے ہیں۔ کولمار کے علاقہ میں گھری ہوئی جرمن فوج کا فرانسیسی صفایا کرتے جاتے ہیں سگفرڈ لائن کی قلعہ بندیوں کی دوسری لائن کو بچانے کے لئے جرمن کٹ کٹ کر لڑ رہے ہیں

ایتھنز ۷ر فروری۔ یونان گورنمنٹ اور ای۔ اے۔ ایم کے نمائندوں میں کل پھر کانفرنس شروع ہوئی۔ ایک سرکاری اعلان میں کہا گیا ہے کہ یہ گفتگو اچھی فضا میں ہو رہی ہے۔ اور امید کی جاتی ہے کہ شاید سمجھوتہ ہو جائے۔ اُمید ہے کانفرنس آج ختم ہو جائے گی۔

واشنگٹن ۷ر فروری۔ منیلا میں جاپانی لڑنے کی آخری کوشش کر رہے ہیں۔ انہیں ایک ایک عمارت سے نکالا جا رہا ہے۔ جاپانیوں نے شہر کو برباد کرنا شروع کر دیا ہے۔ انہوں نے شہر کے سب سے بڑے کاروباری حصہ کو آگ لگادی۔ اور ہر فوجی اور غیر فوجی عمارت کو تباہ کرتے جاتے ہیں۔

میسور ۷ر فروری۔ لیڈی و لارڈ ویول بنگلور سے یہاں پہنچے۔ مہاراجہ صاحب نے ہوائی اڈہ پہ ان کا استقبال کیا۔ رستہ میں انہوں نے کولار میں سونے کی کانوں کو دیکھا۔

لندن ۷ر فروری۔ پولینڈ کی نئی حکومت کی طرف سے اعلان کیا گیا ہے کہ اس نے ملک میں زرعی اصلاحات شروع کر دی ہیں۔ بڑے بڑے زمینداروں سے زمینیں چھین کر چھوٹے کسانوں کو دی جا رہی ہیں۔ پہلے ایک قانون نسلی امتیاز کی بناء پر مقدمات چلانے کا تھا نئی حکومت نے اسے منسوخ کر دیا ہے۔

پیرس ۷ر فروری۔ امریکن جنرل بریڈلے نے ایک اعلان میں بتایا ہے۔ کہ اتحادیوں کے نارمنڈی پر اُترنے کے وقت سے اب تک جرمنوں کو دس لاکھ سپاہیوں کا نقصان اُٹھانا پڑا ہے اس کے علاوہ ان کے اسقدر ٹینک اور توپیں تباہ ہوئی ہیں جو تیس ڈویژن فوج کو مسلح کرنے کے لئے کافی تھیں۔

لندن ۷ر فروری۔ ڈیلی ایکسپریس میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ جرمن جنگی قیدیوں میں عام چرچا ہے کہ ربن ٹراپ اتحادیوں سے صلح کرنے کیلئے انگلستان اور فان پاپن امریکہ گیا ہے۔ دونوں کسی غیر جانبدار ڈپلومیسٹ کو اس کام کے لئے استعمال کر رہے ہیں

لندن ۷ر فروری۔ کہا جاتا ہے کہ ڈاکٹر گوئبلز نے ہر ہملر کے بھائی کو جرمن ریڈیو کا چیف مقرر کر دیا ہے

لاہور ۷ر فروری۔ پنجاب گورنمنٹ نے لاہور کی طرح امرتسر۔ قصور۔ لدھیانہ۔ جالندھر۔ سیالکوٹ۔ جھنگ۔ لائلپور۔ ملتان اور راولپنڈی میں امپروومنٹ ٹرسٹ قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

پیرس ۷ر فروری۔ جنرل ڈیگال نے پیرس ریڈیو پر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ فرانسیسی فوج دسمبر ۱۹۴۴ء کی نسبت دوگنی ہوگئی ہے۔ جرمنی پر فتح حاصل کرنے کے بعد فرانسیسی فوج جرمنی پر قبضہ کرنے میں اہم حصہ لے گی۔ ہم اپنے اتحادی ممالک کو انتباہ کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ فرانس کسی ایسے فیصلہ کا پابند نہ ہوگا۔ جو اس کی منظوری کے بغیر کیا جائے گا۔ فرانس کو بھی صلاح و مشورہ میں وہی درجہ ملنا چاہیئے جو دوسرے اتحادی ممالک کو حاصل ہے۔ دنیا کو اس امر پر بڑی حیرانی ہے کہ جنگ کے موجودہ مرحلہ پر برطانیہ امریکہ اور روس فرانس کو شامل کئے بغیر ایسی تجاویز طے کر رہے ہیں۔ جن سے جنگ کو ختم کرنا مقصود ہے جنرل ڈیگال کے اس بیان پر انگلستان میں ناپسندیدگی کا اظہار کیا جا رہا ہے۔

واشنگٹن ۷ر فروری۔ ایک سرکاری ترجمان نے ایک بیان میں کہا کہ منیلا میں جاپانی فوجوں کے ہتھیار ڈالنے کے بعد فلپائن کی باقی لڑائی اہل فلپائن پر چھوڑ دی جائے گی۔ اور اتحادی فوجیں کسی آئندہ حملہ کے لئے فارغ ہو جائیں گی۔ جنرل میکارتھر نے ایک بیان میں کہا کہ بحر الکاہل کی جنگ کا پہلا مرحلہ ختم ہو چکا ہے۔ اور دوسرا مرحلہ شروع ہونے کے حالات پیدا ہوگئے ہیں۔

لندن ۷ر فروری۔ جنوری ۱۹۴۵ء میں برطانوی طیاروں نے جرمنی کے مختلف صنعتی اور فوجی مرکزوں پر ۲۴ ہزار ۲ سو ٹن وزنی بم پھینکے ہیں۔

چنگکنگ ۷ر فروری۔ چین کے وزیر اطلاعات نے ایک بیان میں کہا کہ چین کی حکومت کمیونسٹوں کو اہم مراعات دے رہی ہے۔ ہمیں یقین ہے۔ کہ جب تک جاپانیوں کو چین میں پوری پوری شکست نہ ہو۔ انہیں مکمل طور پر کچلا نہیں جا سکتا۔

کلکتہ ۷ر فروری۔ پولیس نے ایک فوجی عہدیدار اور اس کے چند ساتھیوں کو اس الزام میں گرفتار کیا ہے کہ انہوں نے شہر کے مختلف بنکوں سے دھوکا دے کر چالیس لاکھ روپیہ نکال لیا۔ یہ روپیہ سرکاری ٹھیکوں کے جعلی بل بنا کر برآمد کیا گیا۔

دہلی ۷ر فروری۔ حکومت ہند نے پنجاب کے پارلیمنٹری سکرٹری میر مقبول محمود کو کامن ویلتھ کانفرنس کا ڈیلی گیٹ نامزد کیا ہے۔ آپ انگلستان جا رہے ہیں۔

پیرس ۷ر فروری۔ فرانس کے شراب ساز کارخانوں کے اعداد و شمار مظہر ہیں کہ فرانس پر چار سالہ قبضہ کے دوران میں جرمنوں نے شراب کی چھ کروڑ بوتلیں پیں۔ جن پر انہوں نے زبردستی قبضہ کر لیا تھا۔ اب بھی فرانس میں بھاری سٹاک موجود ہیں۔

پیرس ۷ر فروری۔ اندازہ کیا گیا ہے کہ گزشتہ چار سال کی بمباریوں۔ اور چھ ماہ کی سخت لڑائیوں کی وجہ سے فرانس میں کم سے کم ڈیڑھ لاکھ رہائشی مکانات تباہ ہوئے ہیں۔ اور اس طرح چالیس سے ساٹھ لاکھ تک انسان بے خانماں ہو چکے ہیں۔ فرانس کے ماہرین تعمیر کا خیال ہے۔ کہ ملک کی نو تعمیر کا سوال بہت مشکل ہے۔ اور بے گھروں کو مکانات مہیا کرنے میں حکومت کو سخت مشکلات پیش آئیں گی۔

واشنگٹن ۷ر فروری۔ حکومت امریکہ کے ایک اعلان میں کہا گیا ہے کہ اُدھار و پٹہ کی سکیم کے ماتحت چین کو سپلائی کا پروگرام تیز کرنے کا ایک پروگرام مرتب کیا گیا ہے جس کے رو سے پندرہ ہزار امریکن لاریاں چین میں جنگی امداد کے لئے بھیجی جائیں گی۔ نیز تیل کے لئے ایک پائپ لائن کلکتہ سے براستہ برما چین لے جائی جائیگی۔

واشنگٹن ۷ر فروری۔ اتحادی لیڈروں کی کانفرنس میں جاپان کے خلاف لڑائی کے لئے بحر الکاہل میں سپریم کمانڈ قائم کرنے کا سوال بھی زیر غور ہے۔ خیال ہے کہ یہ کمانڈ بھی کسی امریکن جنرل کے سپرد کی جائے گی۔

لندن ۷ر فروری۔ برطانی حکومت کی تجویز ہے کہ بندرگاہ عکا کو (جو حیفا کے شمال میں واقع ہے) ایک نہر کے ذریعہ خلیج عقبہ سے ملا دیا جائے جو بحیرہ قلزم کے شمال میں واقع ہے۔ یہ نہر بحیرہ مردار میں سے گزرے گی۔ اس نہر سے آمد و رفت کے لئے ویسی ہی سہولتیں حاصل ہوں گی۔ جیسی نہر سویز سے ہیں۔ یہ نہر سویز سے زیادہ چوڑی اور گہری ہوگی۔ اس میں بڑے بڑے جہاز گزر سکیں گے۔

کمبیٰ ۷ر فروری۔ بھاری بمباروں نے ہندوستان کے اڈوں سے اڑ کر ہند چینی اور سیام میں جاپانی ٹھکانوں پر حملے کئے۔ سیام میں چمفان کے ریلوے پُل کو خاص طور پر نشانہ بنایا۔ وسطی برما میں سنگو کے محاذ پر جاپانی چوکیوں پر بھی بمباری کی۔ شمالی برما میں مونگ کی مضبوط جاپانی چوکی پر قبضہ کر لیا گیا ہے جو انشو الیو دریا کے کنارے واقع ہے اراکان میں اتحادی فوجیں کانگاؤ جانیوالی سڑک کے دونوں طرف حملے کر رہی ہیں۔

واشنگٹن ۷ر فروری۔ امریکن وزیر جنگ نے کہا کہ منیلا کی تسخیر سے جاپان کی بربادی کا دن اور قریب ہو گیا ہے۔ منیلا سے جاپانیوں نے بھاگنے کی کوشش کی۔ مگر اتحادی بمباروں نے ان کو سخت نقصان پہنچایا۔ جاپانیوں نے خبر دی ہے کہ امریکن فوج فلپائن کے جزیرہ پو رو میں بھی اتر گئی ہے۔

ماسکو ۷ر فروری۔ مارشل ژوکوف کی فوجوں نے فرینکفرٹ اور کسٹرن کے درمیان مضبوطی سے پاؤں جما لئے ہیں اور اس کی بے شمار توپیں جرمن قلعہ بندیوں پر بے پناہ گولہ باری کر رہی ہیں شمال میں وہ سٹیٹن کی طرف اور جنوب میں برسلاؤ کی طرف پھیلتی جا رہی ہیں۔

شکارپور ۷ر فروری۔ آج سب ڈویژنل مجسٹریٹ نے خان بہادر کھوڑو سابق وزیر سندھ اور ان کے چار ساتھیوں کو مسٹر اللہ بخش کے قتل کے الزام میں سیشن سپرد کر دیا +